اولاد کے اخلاقی و نفسیاتی حقوق

سیّد شعیب حیدر عابدی[1]

خلاصہ

اولاد ہمارے ہاتھ میں اللہ تعالی کی نعمت اور امانت ہے۔ ان کے کچھ حقوق ہیں ہمارے ذمّہ۔ ایک بڑی ذمہ داری ہے ہمارے کاندھوں پر۔ اگر والدین نے اپنی اولاد کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اس سے والدین خود بھی دنیا میں پر سکون رہیں گے کہ اپنی ذمہ داری ادا کردی ہے۔ قیامت میں بھی اللہ تعالی کی جانب سے اجر عظیم کے مستحق ٹھہریں گے۔ اگر نہیں تو، دنیا میں بھی پریشان اور افسردہ رہیں گے۔ آخرت میں بھی گناہ گار ہوں گے۔ اولاد کے مختلف زاویوں سے حقوق ہیں۔ جیسے روحانی، جسمانی، اخلاقی و نفسیاتی، معاشرتی، تعلیمی و معرفتی وغیرہ۔ اس مختصر تحریر میں، فقط اولاد کے بعض اخلاقی و نفسیاتی حقوق کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔ اخلاقی حقوق میں اولاد کا اچھا نام رکھنا، محبّت اور شفقت برتنا، ان کو عزّت و احترام دینا اور سچ بولنا اور وعدہ وفائی کرنا شامل ہے۔ اولاد کے اخلاقی حقوق کی ادائیگی اور ان پر عمل کا اولاد پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اُمید ہے وہ نفسیاتی لحاظ سے پر سکون، معتدل اور ثمر بخش شخصیت کے حامل بنیں گے۔ ان کے بابرکت وجود سے آئندہ چل کر محبت، امن، خلاقیت (creativity)، اخلاق اور رحم دلی چھلکے گی۔

کلیدی کلمات: تربیت، اولاد، حقوق، اخلاقی، نفسیاتی

[1] shoaibheydarabedi@gmail.com۔

مقدمہ :

اسلام میں حقوق الناس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔اس کا اندازہ ہمیں سیرت النبی ﷺ سے ہو سکتا ہے۔ایک واقعہ خلاصۃً پیش خدمت ہے: "فتح مکّہ ہوئی۔ یعلمم کے مقام پر کسی کو بھیجا گیا تبلیغ کیلئے۔ وہاں غلط فہمی ہوئی۔ کچھ توڑ پھوڑ ہوئی۔ حضورؐ کو پتہ چلا۔ وہ بہت ناراض ہوئے۔ لوگوں کا خون بہا دلوایا۔ حتیٰ آپؐ نے کتّے کے برتن کا بھی معاوضہ ادا کروایا ! "[1] حقوق النّاس کی مختلف اقسام ہیں۔ان میں سے ایک قسم حقوق اولاد ہے۔

اولاد کی تربیت میں، اگر ہم ان کے اخلاقی حقوق ادا کریں گے تو اس سے ان کی تربیت کا ایک حصّہ درست انجام پائے گا۔ وہ نفسیاتی اور روحانی لحاظ سے نارمل، معتدل ہوں گے۔ اخلاقی اور نفسیاتی حقوق اگر پورے ہوں تو اس کا بچوں کی شخصیت پر واقعی گہرا اثر ہے۔ انسان جہاں جسم رکھتا ہے وہاں روح اور نفسیات کا بھی حامل ہے۔ جیسے جسم کے کچھ طبیعی تقاضے ہیں مثلاً گرمی، سردی، بیماری۔ ۔اسی طرح سے روحانی اور نفسیاتی تقاضے بھی ہوتے ہیں۔ روح کی بھی کچھ خصوصیات ہیں۔انسان کو بہت سے باتیں اچھی لگتی ہیں۔ بہت سی باتیں بری لگتی ہیں۔ جسمانی صحت کے ساتھ روحانی اور نفسیاتی صحت بھی ہوتی ہے۔اس کو صحیح اور سالم اور شاداب رکھنے کیلے بھی کچھ چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ہم روحانی حفظان صحت کے اصولوں پر عمل درآمد کریں گے؛ تو اس سے ہماری اولاد کل کو بانشاط، خوشحال، متحرک، ایکٹو، مفید اور ثمر بخش ہو گی۔ معاشرے کیلئے فائدہ مند ہو گی۔ پروردگار کی رضا اور خوشنودی ہمارے نصیب میں آسکتی ہے؛ لیکن اگر ہم اپنی ساری توجہ ان کی اچھی کھلائی پلائی پر صرف کر دیں گے اس سے دنیا میں بھی افسوس اور مصیبتیں ہیں۔آخرت میں بھی اللہ تعالی کی ناراضگی اور غضب ہمارا مقدّر بن سکتا ہے۔۔اگرچہ اچھی غذائیت (balanced Nutrition) بہت ضروری ہے اس کی اٹھان کیلئے؛ لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ روحانی و نفسیاتی صحت کے اپنے الگ تقاضے ہوتے ہیں۔

انسان کی حقیقت اس کی روح اور نفس ہے۔تربیت کا اصلی و حقیقی مقصد نفس کو پالنا اور ترقی دینا ہے؛ اگرچہ انسان کو سالم اور تندرست ہونا چاہیے؛ تاکہ وہ اپنے نفس کو کمال اور بہتری کی جانب لے جاسکے۔ ہمیں جسم اور روح کے ایک دوسرے پر اثر سے

---

[1]۔ دانشگاہ پنجاب، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد سیرہ خیر الانامؐ، ص ۱۴۵۔

غافل نہیں ہونا چاہیے۔ بے شک بیمار، جسم ہو یا روح۔ یہ ایک دوسرے کو سست اور کاہل بنا سکتی ہیں۔ حضرت امام سجادؑ جہاں اپنے بچّوں کی جسمانی صحّت و سلامتی کیلئے، دعا فرماتے ہیں؛ وہیں پر ان کے دین، اخلاق اور نفس و روح اور دیگر اعضاء و جوارح کیلئے بھی اس طرح سے دعا کرتے نظر آتے ہیں: ".. . **وأصحّ لي أبدانهم وادیانهم و اخلاقهم، وعافهم فيانفسهم، وفي جوارحهم...**؛[1] اور ان کے بدن، دین و اخلاق کو میرے لئے، صحیح اور سالم بنے دے اور ان کے نفس و جان اور اعضاء و جوارح کو خیر و عافیت عطا فرما! " چنانچہ، اس موضوع کی ضرورت اور اہمیت آج کے میڈیا کے دور کی وجہ سے دوچندان ہے۔ اقتصادی مسائل، سائبر میڈیا، انٹرنیٹ گیمز اور مشینی زندگی سے بچوں کی انسانی اور دینی و اخلاقی تربیت بہت متاثر ہوئی ہے۔ ہمیں ان معصوموں کو نئی تہذیب کی شیطانی دلدل سے بچانا ہوگا۔ اگر شیطانی طاقتیں زیادہ فعال ہیں؛ تو اسی لحاظ سے ہمیں بھی اپنی علمی اور ایمانی طاقت کو بڑھانا ہوگا؛ تاکہ نئی نسل کو ان کی خلقت کے اعلیٰ الٰہی مقصد تک پہنچانے میں ان کی بھرپور مدد کر سکیں۔

بچوں کی اخلاقی تربیت کے حوالے سے ہونے والے کام کا سابقہ:

اسلامی منابع میں مستقل طور پر تو اس موضوع پر کتاب نہیں ہے بظاہر لیکن قرآن کریم کے بعض آیات کے علاوہ دوسرے منابع احادیث میں مختلف ابواب کے ذیل میں اس موضوع پر روایات کا بہترین انسان ساز اور نادر خزانہ پایا جاتا ہے۔ ان کتب میں نہج البلاغہ، الکافی، بحار الانوار، صحیفہ سجّادیہؑ، رسالۃ الحقوق امام سجّادؑ، من لایحضرہ الفقیہ، ثواب العمال و عقاب الاعمال، الاختصاص، جامع الأخبار، مکارم الاخلاق، مجمع الزوائد، سبل الہدی والرشاد الی سیرہ خیر الانام، کنز العمال، وسائل الشیعۃ وغیرہ شامل ہیں۔

عصر حاضر میں اردو میں کتاب اُصول تربیت (ابن حسن نجفیؒ)، والدین کے فرائض (ذکی باقری)، اسلامی تربیت (شبّیر میثمی)، مشربِ ناب میگزین (جواد نقوی کے مضامین) وغیرہ ہیں۔

فارسی میں علی قائمی، خسرو باقری، مصباح یزدیؒ، ابراہیم امینیؒ، احمد بہشتی، محمّد بہشتی، علی رضا اعرافی، علی ہمت بناری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

---

[1]. صحیفۃ کاملۃ سجادیہ، ص۱۴۸؛ (دعائہ لولدہ (اپنے بچوں کے لئے).

اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ اولاد کے اخلاقی و نفسیاتی حقوق کے بارے میں آگاہی دی جائے ؛تاکہ والدین کو اس سلسلے میں ان کے دینی اور تربیتی فریضے کی یاد دہانی کرائی جائے۔ اگر اس پر عمل کیا تو ان کو آخرت میں ثواب ملے گا اگر نہیں کیا تو دنیا میں درد سر ہے اور آخرت میں بھی عذاب۔

اولاد کے حقوق:

قرآن وحدیث کی روشنی میں اولاد کے بعض حقوق درج ذیل ہیں :

الف) اولاد کے معنوی حقوق ؛ ب) اولاد کے اخلاقی حقوق؛ ج) اولاد کے معاشرتی حقوق؛ د) اولاد کے جسمانی حقوق؛ ھ- اولاد کے فکری و علمی حقوق

اس مختصر سے مضمون میں ہم فی الحال، فقط اولاد کے اخلاقی اور نفسیاتی حقوق پر روشنی ڈالیں گے۔

اولاد کے اخلاقی اور نفسیاتی حقوق

انسان جسم اور روح یا نفس کا حامل ہے۔ اگر ذرا توجہ کریں تو یہ بات قابل درک ہے کہ ہماری ذات، نفس اور روح ہمارے جسم سے ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔ ہماری اصل و حقیقت ہمارا نفس ہے۔ جہاں ہمارے جسمانی تقاضے ہیں جیسے کھانا، پینا، آرم کرنا وغیرہ اسی طرح سے ہماری کچھ نفسیاتی رجحانات بھی ہیں جیسے خوشی اور غم، محبت اور نفرت، عزت اور ذلت، کمال اور پستی، اطمئنان اور اضطراب وغیرہ۔ جیسے ممکن ہے کہ انسان جسمانی صحت و سلامتی یا بیماری کا شکار ہو۔ اسی طرح سے روحانی اور نفسیاتی لحاظ سے صحت مند یا بیمار ہو۔ چنانچہ جہاں ہم کوشش کرتے ہیں کہ اپنے بچوں کی جسمانی سلامتی کا خیال رکھیں؛ وہیں ہمیں ان کی اخلاقی، روحانی اور نفسیاتی صحت کے لئے بھی، کچھ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ صحتمند روح سے اس کا جسم بھی اچھا رہے گا اور اس کی کارکردگی بھی مفید واقع ہوگی۔

اخلاقی اور نفسیاتی حقوق کی تعریف

ماہر تعلیم آیت اللہ احمد بہشتی اولاد کے حقوق کے سلسلے میں لکھتے ہیں: " نظام خلقت نے بچے کو حق دیا ہے کہ اس کی جسمانی ضروریات پوری ہوں اور اسی طرح سے اس کی نفسیاتی اور روحانی و جذباتی ضروریات بھی پوری ہوں۔ وہ خود، اس کا لباس،

اطمئنان اور عکس العمل کامل سلامتی ایک بات ہے۔ اس کی تعلیم و تربیت بہترین طریقوں اور کارآمد ترین روشوں سے کرنا بھی ضروری ہے۔"[1]

ماہر تعلیم ڈاکٹر علی قائمی رقم طراز ہیں: "حق تربیت کے عنوان کے ذیل میں، ہماری اولاد ہم سے طلب کار ہیں اور والدین اور دیگران ذمّہ دار ہیں کہ اچھے طریقے سے، اس قرض کی ادائیگی کریں۔ اصل ذمّہ دار ماں باپ ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو مناسب طریقے سے پالیں پوسیں اور ان کی تربیت کیلئے ضروری وسائل اور مواقع فراہم کریں۔"[2]

شیرین عبادی نے لکھا ہے: "بچے کے حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جو اس کے چھوٹے اور کم سن و سال ہونے کی وجہ سے اس کیلئے ہیں۔"[3]

چنانچہ اولاد کے نفسیاتی اور اخلاقی حقوق کے تعریف سے ہماری مراد یہ ہے: "بچے کے چھوٹا، کم سن و سال اور کمزور ہونے کی وجہ سے، اس کی کچھ ضروریات اور فطری تقاضے ہیں۔ ان میں سے ایک، اس کی نفسیاتی اور اخلاقی ضرورت بھی ہے۔ ان نفسیاتی ضروریات کی ادائیگی کا نام اولاد کے نفسیاتی و اخلاقی حقوق ہیں۔ جیسے محبّت، عزم و احترام، سچّائی و صداقت وغیرہ۔ یہ حقوق ادا کرنا والدین کیلئے ضروری ہے۔ اگر وہ اپنا فریضہ پورا کریں گے تو ان کی اولاد کی نفسیات معتدل اور صحیح اور سالم رہے گی۔ اخلاقی اور نفسیاتی حقوق کی ادائیگی سے تربیت اولاد میں ایک خلا اور نقص پورا ہو جاتا ہے۔ بچہ سعادت اور کامیابی کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔"

اولاد کے اخلاقی اور نفسیاتی حقوق چار اقسام پر مشتمل ہیں:

۱۔ اچھا نام رکھنا

۲۔ محبت کا اظہار کرنا

۳۔ عزّت و احترام سے پیش آنا

---

۱. بہشتی؛ احمد، اسلام و حقوق کودک، ص ۱۳.

۲. قائمی؛ علی، زمینہ تربیت، ص ۸۸.

۳. عبادی؛ شیرین، حقوق کودک، ج ۱، ص ۳.

۴-سچ بولنااور وعدہ وفائی کرنا

پہلا حق: اچھا نام رکھنا:

اولاد کے حقوق میں ایک اہم چیز اس کا اچھا نام رکھنا ہے۔ اچھے نام کا شخصیت پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ نام سینکڑوں بار کانوں سے ٹکراتا ہے۔ ہر بار اس کے لاشعور (subconcious mind) میں ایک سگنل (Signal) جاتا ہے۔ سگنل مثبت ہو۔ لاشعور میں مثبت باور بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یہی چیز عزتِ نفس (Self esteem) کا باعث بنتی ہے۔ بچے کا اپنے بارے میں تصور اچھائی پر مبنی ہو جاتا ہے۔ اس میں اعتماد بہ نفس (Self confidence) پیدا ہونے لگتا ہے۔ یہ اسے پوری زندگی کامیابیوں سے ہمکنار کئے رکھتا ہے۔ اس کے برعکس برے نام اور القاب منفی تلقین کا باعث بنتے ہیں۔ بچے کے دل پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ اس سے اس کی شخصیت اور مستقبل پر بھی برا اثر پڑنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

اچھے نام وہ ہوتے ہیں جو انبیاءؑ، ائمہؑ، و اہلبیتؑ اور نیک و صالحین وغیرہ کے نام ہوں۔ ان سے اللہ کی بندگی جھلکے اور پکارنے میں بھی اچھے لگیں۔

قرآن کریم ہمیں برے ناموں اور القاب سے پرہیز کرنے کا حکم دیتا ہے: ﴿ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾[1] "اور ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کیا کرو، ایمان لانے کے بعد برا نام لینا نامناسب ہے اور جو لوگ باز نہیں آتے پس وہی لوگ ظالم ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادقؑ نے نامناسب ناموں کے سلسلے میں آنحضرتؐ کی ناپسندیدگی کی شدّت کے بارے میں فرمایا: "انَّ رسول‌الله كان يغير الأسماء القبيحة في الرجال والبلدان[2]؛ رسول اکرم ﷺ لوگوں اور شہروں کے برے نام تبدیل کر دیا کرتے تھے۔" دین اسلام نے اس ضروری مسئلہ کو اپنی وسعتِ نظر سے دور نہیں رکھا۔ اسلام نے اچھے نام رکھنے کو بچہ کے قطعی حقوق جانا ہے۔ اس سلسلہ میں، اہم اور ضروری تاکید کی ہے اور کہا ہے: **قال النبي(ص): "من حق الولد علي الوالدين أن يحسن اسمه،...[3]**

---

[1]. الحجرات (۴۹): ۱۱.

[2]. الحر العاملی؛ محمد بن الحسن، وسائل الشیعۃ، ج۱۵، ص ۱۲۴، ح ۶ (کتاب النکاح، ابواب احکام الاولاد، ۲۲- باب استحباب تسمیۃ الولد...)، و؛ الحمیری القمی؛ ابوالعباس عبداللہ، قرب الاسناد، ص ۴۷، (کچھ فرق کے ساتھ).

[3]. النوری؛ میرزا حسین الطبرسی، المستدرک الوسائل، ابواب احکام الاولاد، ج۱۵، ص ۱۲۸، ح ۸؛ (۱۴- باب استحباب تسمیۃ الولد باسم حسن).

اولاد کے والدین پر جو حقوق ہیں، ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا سا نام رکھیں۔ ""قال رسول‌الله(ص): «اول ما يبرّ الرجل ولده أن يسمّيه باسم حسن، فليحسن أحدكم اسم ولده.۱؛"مرد کی پہلی نیکی اپنی اولاد کے ساتھ یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے؛ چنانچہ اپنے بچوں کیلے بہترین ناموں سے استفادہ کرو۔"عن أبي الحسن موسي(ع) قال: جاء رجل الي النبي(ص) فقال:يا رسول‌الله! ما حق ابني هذا؟ قال: "تحسن أسمه و..."۲ایک مرد رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ عرض کرنے لگا: اے رسول خدا ﷺ ! میرے اس بیٹے کا مجھ پر کیا حق ہے؟۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اچھا نام رکھو اس کا۔"

اس بات میں شک نہیں ہے کہ الفاظ اور نام جتنے بھی اچھے اور خوبصورت کیوں نہ ہوں، اکیلے انسان کو خوش قسمت نہیں بنا سکتے۔ گذشتہ احادیث کا مقصود یہ ہے کہ اچھے نام نفسیاتی، روحانی اور معاشرتی لحاظ سے ایک اچھی زمین ہموار کرتے ہیں کہ اگر صاحب نام اس نام سے اثر لے اور رسول اکرم ﷺ اور سیرہ اہل بیتؑ سے خود کو آراستہ کرے؛ تو وہ حق کے راستے پر آگیا اور جنت کا دروازہ اپنے اوپر کھول لیا ہے۔

دوسرا حق۔ محبت و شفقت:

محبت بچے کے اہم ترین حقوق میں سے ہے۔" بچوں کی چھپی ہوئی صلاحیت، پوشیدہ استعداد اور سنبھلی ہوئی نفسیات کی نشو نما کے لئے (محبت و شفقت) موسم گل کا کام دیتی ہے! ہمارے وہ نونہال جو بزرگوں کے (پیار) سے محروم رہتے ہیں یا جنہیں (ادھوری چاہت) ملتی ہے ان کے دل و دماغ کو وہ تازگی اور شادابی میّسر نہیں آتی جو زندگی کے پورے سفر میں ان کے رنگ و روپ اور ہمّت و توانائی کو محفوظ رکھ سکے۔"[۳]

رسول اکرم ﷺ اولاد کو جگر کا ٹکڑا کہتے۔ انہیں اپنا فرمان روا بتاتے، بچوں کی فطرت توحید پر ہے۔ ان سے پیار و محبت کا بڑا ثواب ہے۔ والدین اور اولاد میں محبت اور دوستی ہونی چاہیے اس سے اللہ بھی ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے۔ حضورؐ بچوں سے پیار اور محبت کا اظہار فرماتے۔ آپؐ اپنے ٹائم ٹیبل میں بچوں کو ترجیح (Priority) دیتے۔ ان کو ضرور ٹائم دیتے۔

---

۱. الكليني؛ ابو جعفر محمد بن يعقوب، فروع الكافي، ج۶، ص۲۱، ح۳، (كتاب العقيقه، ۱۰- باب الأسماء والكنى).
۲. الكليني؛ ابو جعفر محمد بن يعقوب، فروع الكافي، ج۶، ص۵۱، ح۱ (كتاب العقيقه، ۳۴- باب حق الاولاد).
۳۔ ابن حسن نجفی، اصول تربیت، ص۹۱۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:"أحبوا الصبيان وأرحموهم..۱؛ بچوں سے محبت کروان کے ساتھ مہربانی سے پیش آواور رحم کرو۔"

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "من قَبّلَ ولده، كتب الله (عزوجل) له حسنة، و من فرّحه فرّحهالله يوم القيامة...؛۲

جو اپنے بچّے کو پیار کرے اور بوسہ لے؛ خداوند متعال اس کیلئے نیکی اور ثواب لکھتا ہے اور جو اسے خوش کرے؛ اللہ تعالی روز قیامت اسے خوش کرے گا''۔ والدین اور اولاد کے درمیان ایک رشتہ ہے۔ کسی بھی رشتہ کو پھلنے پھولنے کے لئے، مستقل محبت اور دوستی کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے؛ یہی اس کی بقاء کا باعث بنتی ہے۔ دوستی اور عشق ایسا مضبوط رشتہ ہے جس کے بعد کسی رشتہ داری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ رشتہ کو اپنی بقا کیلئے محبت کی ضرورت رہتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے فرمایا:« القرابة الي المودّة أحوج من المودّة الي القرابة.»۳رشتہ داری کو دوستی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔اس سے بڑھ کر کہ دوستی کسی رشتہ داری کی محتاج ہو۔رسول خداﷺ نے فرمایا: "اولادنا اكبادنا، صفراؤهم أمراؤنا...٤؛

ہماری اولاد ہماری جگر کے ٹکڑے ہیں۔ ہمارے بچے ہمارے فرماں روا ہیں۔"حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:" قال موسي بن عمرآن: يارب أي الاعمال أفضل عندك؟ فقال: حب الأطفال؛ فإن فطرتهم علي توحيدي، فإن أُمِتْهم أُدخلهم برحمتي جنّتي.٥ ؛

موسی بن عمرانؑ نے عرض کی: پروردگارا! کون سا عمل تیرے نزدیک افضل ہے؟ارشاد ہوا: بچوں سے محبّت کرنا؛ کیونکہ ان کی فطرت میری توحید پر ہے۔اگر انہیں اس دنیا سے اٹھالوں، اپنی رحمت کے سائے میں انہیں جنّت میں لے جاؤں گا۔"

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

---

۱. الکلینی؛ ابو جعفر محمد بن یعقوب؛ فروع الکافی، کتاب العقیقہ، ۳۵- باب برّ الاولاد، ج۶، ص ۵۲، ح ۳.

۲. النوری؛ الطبرسی؛ میرزا حسین، مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۲۱۵، ح (۱۸۰۴۰)۱۶؛ (کتاب النکاح، ابواب احکام الاولاد، ۷۹- باب نوادر ما یتعلق بابواب احکام الاولاد)..

۳. نہج البلاغہ، حکمت ۳۰۸.

۴. الشعیری؛ تاج الدین محمد، جامع الاخبار، ص۱۰۱، (الفصل الثانی والستون فی الاولاد.)

۵. المجلسی؛ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۱۰۴، ص ۱۰۵، ح ۱۰۳ (کتاب العقود والایقاعات) ۱۰۵- باب فضل الاولاد.

"ان الله عزوجل ليرحم الرجل لشدّة حُبّه لولده.[1]؛ خداوند متعال مرد پر اپنے بچّوں سے شدید محبّت کی وجہ سے، اپنی رحمت اور لطف عنایت کرتا ہے۔"

وكان النبي ﷺ «اذا اصبح مسح علي رؤوس ولده و ولد ولده.»[2] رسول اکرم ﷺ صبح کے وقت، اپنے بچّوں اور بچوں کے بچوں کے سروں پر دست شفقت پھیرا کرتے تھے۔

"رسول‌الله ـ لما خرج علي عثمان بن‌مظعون ومعه صبي له صغير يلثمه ـ: ابنك هذا؟ قال: نعم، قال: أتحبه يا عثمان؟ قال: إي والله يا رسول‌الله(ص) اني احبّه! قال(ص) : أفلا ازيدك له حباً؟ قال: بلي فداك أبي و أمي! قال: إنه من يرضي صبياً له صغيراً من نسله حتي يرضي، ترضاه الله يوم‌القيامة حتي يرضي؛[3]

رسول اکرم ﷺ نے عثمان ابن مظعون کو دیکھا۔ وہ اپنے ہمراہ بچہ کو پیار کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا یہ تمہارا بچہ ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں اس سے محبّت ہے؟ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم! جی ہاں اے اللہ کے رسول مجھے اس سے محبّت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری اس سے محبّت کو زیادہ کردوں؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ میرے والدین آپ ﷺ پر فدا ہوں!۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی اپنی نسل سے چھوٹے بچّے کا دل خوش کرے، پروردگار روز قیامت اس کا دل خوش کرے گا۔"

حضرت امام سجادؑ نے فرمایا: "اللّهم صل علي محمد وآله، وأغفرلي بدعائي لهما، وإغفرلهما ببرّهما بي مغفرة حتماً...[4]؛ بر محمّد وآل محمّد درود وسلام ہو۔ خدایا! مجھے اپنے والدین کیلئے دعا کی برکت سے معاف فرمادے۔ ان دونوں کو ان نیکیوں کی خاطر جو انہوں نے میرے حق میں کی ہیں؛ حتماً معاف فرمادے!"

آپؑ اولاد کے حق کی وضاحت میں فرماتے ہیں: " وامّا حق الصغير فرحمته و تثقيفه و تعليمه، والعفو عنه والستر عليه، والرفق به والمعونة له، والستر علي جرائر حداثته فإنه سبب للتوبة، والمدارة له وترك مما حكته فان ذلك أدني لرشده.[5]؛

---

[1]. الصدوق؛ محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۳۵۵، ح ۹؛ (ابواب القضایا واحکام، ۱۴۸- باب فضل الاولاد).
[2]. المجلسی؛ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۱۰۴، ص ۹۹، ح ۷۵، (کتاب العقود والایقاعات)، ۱۰۵- باب فضل الاولاد.
[3]. المقتی الہندی؛ علاء الدین علی، کنز العمّال، ج ۱۶، ص ۵۸۵، ح ۴۵۹۸۵، (۸- باب فی بر الوالدین والاولاد والبنات).
[4]. صحیفۂ کاملۂ سجادیہ، دعا: ۲۴- برای پدر و مادر ش، ص ۱۴۶.
[5]. الحرّانی؛ ابن شعبہ، تحف العقول، ص ۲۶۰.

اور چھوٹے بچے کا حق، اس کے ساتھ محبّت، شفقت، تعلیم وتربیت اور معاف کرنا، پردہ پوشی، دوستی، اس کی مدد کرنا، اس کی بچپنے کی غلطیوں پر پردہ پوشی کرنا ہے کہ یہ اس کی توبہ اور اصلاح کا سبب ہے۔ اس کے ساتھ نبھانا ہے۔ اس کو اذیت پہنچانے سے پرہیز کرنا؛ کیونکہ یہ اس کے رشد وتربیت بہت اچھا ہے۔"

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کہ جو خود اولاد سے محبّت میں نمونہ ہیں، اپنے صاحبزادے حضرت امام حسن مجتبیٰؑ سے فرماتے ہیں:

" و وجدُتكَ بعضي بل وجدتك كلّي حتي كأن شيئاً لو اصابك اصابني و كأن الموت لو أتاك أتاني.؛ ۱

میں نے تمہیں اپنے وجود کا ایک ٹکڑا پایا ہے؛ بلکہ تم تو میری جان ہو۔ ایسے کہ اگر تمہیں کوئی ٹھیس پہنچتی ہے تو گویا مجھے ٹھیس پہنچی ہے۔ اگر موت تم تک آ پہنچی ہے تو گویا مجھ تک آ پہنچی ہے۔"

بیٹی–زیادہ توجہ کی مستحق: بیٹیوں کو زیادہ محبت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام میں بیٹی کو خاص مقام عطا کیا گیا ہے۔ بیٹوں سے زیادہ بڑھ کر اسے توجہ کی ضرورت ہے۔ بیٹی کا وجود بہت بابرکت، باعث خیر و نیکی ہے۔ روایات میں اسے مہکتے ہوئے گلدستے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ لطیف، نازک مخلوق ہے۔ محبت کی زیادہ طلبگار ہے۔ بہترین اولاد بیٹیاں ہیں۔ چاہنے والی، مونس اور غمگسار ہوتی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "ما من بيت فيه البنات الّا نزلت كل يوم عليه اثنتا عشرة بركة و رحمة من السماء، ولاينقطع زيادة الملائكة من ذلك البيت يكتبون لأبيهم كل يوم وليلة عبادة سنة؛۲ جس گھر میں بیٹیاں ہوں۔ روزانہ آسمان سے بارہ برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ مسلسل وہاں ملائکہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہ بیٹی کے والد کے لئے، ہر روز اور شب کیلئے، ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتے ہیں۔"

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے فرمایا: "كان رسول‌الله ﷺ اذا بُشِّرَ بجارية، قال: ريحانةو رزقها علي الله؛۳ رسول اکرم ﷺ کو جب خبر دی جاتی کہ بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ فرماتے: ''بیٹی خوشبودار پھول ہے۔ اس کا رزق اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔''

---

۱. نہج البلاغہ، نامہ ۳۱.

۲. النوری الطبرسی؛ میرزا حسین، مستدرک الوسائل و مستنبط الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۱۵، ح ۲؛ (ابواب احکام الاولاد، ۳-باب استحباب طلب البنات واکرامہن).

۳. ایضاً، ح ۱

حضرت امام جعفر صادقؑ نے کسی سے فرمایا: "دیکھو اگر تم سے کہا جائے۔ تم کسی چیز کو اپنے لئے انتخاب کر لو یا پھر اس کا انتخاب خدا پر چھوڑ دو۔ تم کیا کروگے ؟اس نے کہا: ''میں چاہوں گا خدا میرے لئے انتخاب کرے وہی انسان کی بھلائی کو بہتر سمجھتا ہے''۔ پھر امام نے فرمایا: ''خدا نے تمہارے لئے بیٹی کا انتخاب کیا ہے۔ تمہارے یہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ یہی مصلحت ہے، تمہارے لئے خیر اسی میں ہے"''۔

محبّت کرنے کا انداز سن وسال کے تناسُب سے الگ الگ ہونا چاہیے۔ ایک دو سال کا بچّہ شاید ایک ٹافی چاکلیٹ سے خوش ہو جائے؛ لیکن ایک بڑے بچّہ کو ممکن ہے کوئی کتاب یا کوئی کمپیوٹر گیم وغیرہ خوش کرے۔ مادّی اشیاء ہی ضروری نہیں؛ بلکہ شاباش دینا، مسکرانا، پیار کرنا، ہاتھ ملانا، پیٹھ تھپکنا، دعا دینا وغیرہ بہت سے انداز ہو سکتے ہیں۔ ضمناً کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہمیشہ ایک جیسا انداز اختیار کرنے سے گریز کیا جائے؛ تاکہ وہ طریقہ اپنا اثر نہ کھودے۔

محبّت کے بارے میں جوش ملیح آبادی لکھتے ہیں:

"اے دوست دل میں گرد و کدورت نہ چاہیے

اچھے تو کیا برے سے بھی وحشت نہ چاہیے

کہتا ہے کون پھول سے رغبت نہ چاہیے

کانٹے سے بھی مگر تجھے نفرت نہ چاہیے

کانٹے کی رگ میں بھی ہے لہو سبزہ زار کا

پالا ہوا ہے وہ بھی نسیم بہار کا"[1]

تیسرا حق-احترام:

احترام بھی بچوں کے بنیادی حقوق میں سے ہے۔ بچے کی روح پھول کی طرح، بہت نازک اور حساس ہوتی ہے۔ اس کی روح بڑوں کی چھوٹی سی غیر مھذّب حرکت، جھڑکنے اور فضول ڈانٹنے کی وجہ سے غمگین اور افسردہ ہو سکتی ہے۔ ایک بچہ جس کا اپنے والدین اور

[1]۔ جوش ملیح آبادی، جوش کی شاعری، ص ۸۔

خاندانی ماحول میں احترام نہ کیا گیا ہو، اس کی عزت نفس و محبت کی فطری خواہش پوری نہیں ہوتی، وہ خود کو کمتر اور پست محسوس کرتا ہے، ٹوٹی ہوئی روح اور افسردہ ذہنیت رکھتا ہے۔ ایسا بچہ مختلف انحرافات کا شکار ہو سکتا ہے اور اسے زندگی کے راستے میں مختلف خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

حضرت امام علی نقیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں: " من هانت عليه نفسه فلا تأمن شره.؛[1] " جس کی توہین کی جائے (خود کو حقیر و کمتر سمجھے)؛ اس کے شر و فساد سے خود کو محفوظ نہ سمجھو۔ "

چنانچہ، جن بچوں کی گھر میں توہین کی جاتی ہے۔ مار پٹائی ہوتی ہے۔ ان کی شخصیت کو اہمیت نہیں دی جاتی؛ تو بہت ممکن ہو ایسے بچے بڑے ہو کر معاشرے کیلئے شر و فساد پھیلائیں۔ اکثر مختلف اخباروں، رسالوں میں اس طرح کے اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں۔ ایسے افراد کے انٹرویو نشر کئے جاتے ہیں۔ ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ معاشرے کے بگڑے ہوئے لوگ جیسے چور، ڈاکو، سمگلر، منشیات کے عادی افراد وغیرہ وہ لوگ ہیں جن کے گھرانوں میں اچھا ماحول نہیں تھا۔ بچپن اور نوجوانی میں ان کی شخصیت کو ان کی عزت نفس کو پائمال کیا گیا۔ ان کو محبّت نہیں ملی۔ ان کی اچھی تربیت نہیں کی گئی۔

حضرت امام زین العابدینؑ اللہ سے بااخلاق اور مہذّب والدین کے لئے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں: «اللّهم أشكرلهما تربيتي، وأثبهما علي تكرمتي، وأحفظ لهما ما حفظاه منّي في صغري.»[2] ''پروردگار! میرے والدین نے میری تربیت کی، تو ہی ان کی زحمات کی قدر جانتا ہے۔ انہیں اس کا اجر عطا کر۔ انہوں نے میرا احترام اور اکرام کیا۔ اس پر انہیں ثواب دے۔ میں چھوٹا تھا، انہوں نے میری خاطر خود کو تکلیف میں ڈالا۔ میرا ہر طرح خیال رکھا، ان کی زحمتوں کو قبول فرما''۔

رسول اکرم ﷺ بچوں کے احترام اور ان کی تربیت کے گہرے تعلّق کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اكرموا اولادكم، وأحسِنوا اَدَبَهم يغفرلكم؛[3] اپنی اولاد کا احترام کرو۔ انہیں اہمیت دو۔ انہیں اچھے ادب آداب سکھاؤ؛ اس کے بدلے اللہ تمہاری مغفرت کرے گا''

---

[1]. الحرانی؛ ابن شعبۃ، تحف العقول، ص ۳۵۷، ماروی عن الامام ابی الحسن علی بن محمد

[2]. صحیفۃ کاملۃ سجّادیہ، دعا ۲۴۔ والدین کیلئے دعا، ص ۱۴۴.

[3]. الطبرسی؛ رضی الدّین ابو نصر الحسن، مکارم الاخلاق، ص ۲۲۲؛ الباب الثامن۔ الفصل السادس۔ فی الاولاد وما یتعلق بہم.

بچے حسّاس ہوتے ہیں۔ والدین کو ہی خدا سمجھتے ہیں۔ اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کے لئے والدین کی طرف امید کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر انہیں منع بھی کرنا ہو، احترام اور محبت سے ایسا کرنا چاہیے۔ ہر بچہ اپنے اندر ایک شخصیت رکھتا ہے۔ وہ احترام آمیز برتاو کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ دل پر اس کا اچھا اثر لیتا ہے۔ اس کے جذبات اور احساسات کا احترام سب پر فرض ہے۔ اگر آج ہم اس کا احترام کریں گے؛ دوسروں کے سامنے بچے کی عزت کریں گے۔ دوسروں کی عزت اسکے سامنے کریں گے۔ کل وہ ہمارا اور دوسروں کا احترام کریں گے۔ اپنے اندر وقار اور اعتماد پائیں گے۔ آئندہ قدم قدم پر یہ چیز ان کے کام آئے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں، دوسرے لوگ ہمارے بچوں سے مطمئن رہیں۔ بچے بڑے ہو کر سوسائٹی کے لئے فائدہ مند ثابت ہوں۔ تعمیری کام کریں۔ اچھے اور کارآمد بنیں۔ آج ہمیں ان کو احترام اور اعتماد دینا ہوگا۔ یہ احساس ان کی شخصیت کی تعمیر کرے گا۔ وہ جب دیکھے گا سب میری عزت اور قدر کرتے ہیں۔ میں محترم شخص ہوں۔ خود بخود وہ اسے بچانے کی کوشش کرے گا۔ محنت کرے گا۔ کوشش کرے گا۔ تاکہ اس کی عزت بنی رہے۔ اپنے بارے میں اس کا اچھا عقیدہ، اچھے اور مثبت افکار کو جنم دے گا۔ اچھے اور بلند افکار سے نیک اعمال کے لئے ابھاریں گے۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے بچوں کا احترام کرنے کا درس ملتا ہے۔ " کوئی خاتون آپؐ کے پاس شیر خوار بچہ لے کر آئیں۔ رسول اکرمؐ نے بچے کو گود میں لے لیا۔ کچھ دیر گزری۔ بچے نے آپؐ کو گیلا کر دیا۔ ماں نے بچے کو بے احترام سے گھسٹینا چاہا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: '' میرے کپڑے تو دھل جائیں گے۔ بچے کے دل سے ٹھیس کو کون دور کرے گا! ''[1]

"ایک دن آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا۔ نماز ختم ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کیا وحی آرہی تھی؟

حضورؐ نے فرمایا: '' نہیں بلکہ میرا بیٹا میرے اوپر آکر بیٹھ گیا تھا۔ اس کو ہٹانا، ناراض کرنا مجھے ناگوار تھا۔ اس لئے سجدے کو لمبا کیا تاکہ وہ خود سے نیچے اتر آئے ''[2]

بچوں کے احترام کے طریقے

---

۱. الشعیری؛ تاج الدین، جامع الأخبار، ص ۱۰۲؛ (الفصل الثانی والتسعون۔فی الاولاد).

۲. المجلسی؛ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۹۴، ح؛۵، (ابواب تاریخ الامامین والمامین...، ۱۲- باب فضائلما و..).

سیرت معصومینؑ کی روشنی میں، بچوں کو عزّت واحترام دینے کے بہت سے طریقے اور روشیں ہیں۔ جیسے انہیں سلام کرنا، نماز جماعت کی صف میں بچوں کو بھی جگہ دینا[۱] (بچوں کو ایک دوسرے سے فاصلے سے کھڑا کرنا)، بیمار بچوں کی عیادت کرنا[۲]، نماز کے دوران بچوں کا خیال کرنا (ضرورت پڑنے پر نماز مختصر کردینا)[۳]، بچوں کو اچھے القاب سے پکارنا[۴]، بچوں کا استقبال کیلئے اُٹھ جانا[۵]، بچوں سے ان کی کوئی چیز لینے سے پہلے ان سے اس کی اجازت لینا[۶]، بچوں کی دعوت کو قبول کرنا[۷]، بچوں کے کھیل کود میں بڑوں کی شرکت[۸] وغیرہ۔

اولاد کو عزّت واحترام دینے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ان کو سلام کرنے میں پہل کرنا ہے۔ بچّوں کو سلام کرنا تواضع اور بزرگواری کی نشانی ہے۔ بڑوں کی نرم خوئی، مہربانی اور رحمدلی بچوں میں عزّت نفس کا باعث ہے اور بچوں کو سلام کرنا تو سنّت نبویؐ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "خمس لاأدعُهنّ حتّي الممات... و التسليم علي الصبيان ليكون سنّة من بعدي؛[۹]

پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ میں اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک اس کو نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ (ان میں سے ایک) بچّوں کو سلام کرنا ہے؛ تاکہ یہ کام میرے بعد رائج ادب بن جائے۔"

---

۱. الکلینی؛ ابو جعفر محمد بن یعقوب، فروع الکافی، ج ۳، ح ۳، ص ۴۱۰؛ (کتاب الصلاہ، ۶۳- باب الصلاہ الصبیان و متی یؤخذون بہا).

۲. ابن حنبل؛ احمد، مسند امام احمد بن حنبل، ج، ص ۲۲۷؛ (مسند انس بن مالک).

۳. الکلینی؛ ابو جعفر محمد بن یعقوب، فروع الکافی، ج ۶، ص ۵۱، ح ۴ (کتاب العقیقۃ، ۳۴- باب حق الاولاد).

۴. المتقی الہندی؛ علاء الدین علی، کنز العمال، ج ۱۶، ص ۴۱۹، ح ۴۵۲۰۲، (کتاب النکاح، ۷- باب فی بر الاولاد و حقوقہم).

۵. المجلسی؛ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۸۵، ح ۵۱ (تاریخ الامامین الحسن علیہ السلام والحسین علیہ السلام، ۱۲- باب فضائلہما و مناقبہما...).

۶. البخاری؛ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۲ ج، ح ۲۴۵۱، (۴۶- کتاب المظالم والغصب، ۱۲- باب إذا أذن لہ او أحلّہ...)

۷. ابن ابی الحدید؛ ابو حامد عزالدین، شرح نہج البلاغۃ، ج ۱۱، ص ۱۱۵؛ (بیان احوال العارفین).

۸. المجلسی؛ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۸۶، ح ۵۱ (ابواب التاریخ الامامین الحسن علیہ السلام والحسین علیہ السلام)

۹. ورام؛ ابو الحسن بن ابی فراس، مجموعہ ورام، ۲ ج، ص ۴۷۵.

چوتھا حق۔ سچ بولنا اور وعدہ وفائی:

اولاد کے بنیادی حقوق میں سے، ان کے ساتھ سچ بولنا اوعدہ وفائی بھی ہے۔ سچائی اور صداقت انسان کی فطرت میں ہے۔ ہر شخص اندر سے اپنے ساتھ سچا رویہ دیکھنا پسند کرتا ہے۔ سچّا، کھرا اور امین آدمی سب ہی کو بھاتا ہے۔ بچّہ فطری طور پر، مائل ہوتا ہے کہ سچ بولے اور سچ سنے۔ بنیادی طور پر، بچہ جھوٹ، بد تمیزی، چوری، وعدہ خلافی اور اس طرح دیگر غیر مہذّب صفات کو برخلاف اخلاق سمجھتا ہے۔ بعد میں، جب بڑوں سے اس کا ملنا جُلنا ہوتا ہے؛ تو وہ جھوٹ بولنا اُن سے سیکھ لیتا ہے۔ اسلام نے بھی اس بُری صفت کی مذمّت کی ہے۔ اسے گناہِ کبیرہ سمجھا ہے۔ جھوٹ بولنے کو حرام کہا ہے۔

حضرت امام باقرؑ نے فرمایا: " انَّ الکذب ھو خراب الایمان.[1] جھوٹ ایمان کی خرابی کی بنیاد ہے۔"

اگر ہم بازار جاتے ہیں۔ پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہمیں اے ون کوالٹی کی، خالص چیز دستیاب ہو۔ انسانی معاشرہ بھی ایسا ہی ہے۔ ملک کا نظم وانتظام چلانا ہو۔ کاروبار میں ترقی چاہیے ہو۔ کامیاب فیملی لائف گزارنی ہو۔ شریک حیات کی تلاش ہو وغیرہ وغیرہ۔ سب جگہ دیانت دار (Honest) اور وفادار (Commited) آدمی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ سچ ان تمام اچھائیوں کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید کی رو سے ہر طرح کے کئے گئے وعدے کی پوچھ گچھ کی جائے گی۔﴿ ---وأوفوا بالعھد انّ العھد کان مسئولاً. ﴾[2]؛ "---اور عہد کو پورا کرو، یقینا عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ "

اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں۔ قرآن کریم میں مومنین کو واقعی کامیاب لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ ان کی کامیابی کے اسباب میں ان کی وعدہ وفائی کی صفت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔﴿ « قد أفلح المؤمنون... والذین ھم لأماناتھم وعھدھم راعون. ﴾[3]؛ "وہ ایمان والے یقینا فلاح پا گئے؛ اور وہ جو اپنی امانتوں اور معاہدوں کا پاس رکھنے والے ہیں۔" بچے بڑوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں وہ بڑوں کے ہر طرح کے رویے کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ دل پر اس کا اثر لیتے ہیں۔ وہ اپنا دفاع نہیں کر سکتے ہیں۔ خدا تو دیکھ رہا ہے۔ اس نے ہم پر اعتماد کیا۔ نازک مخلوق کو ہمارے حوالے کر دیا۔ وہ ہمارے پاس امانت ہیں۔ اس میں ہمارا امتحان ہے۔

---

۱. الکلینی؛ ابو جعفر محمد بن یعقوب، اصول الکافی، ۲ج، ص ۳۴۱، ح ۴؛ (کتاب الایمان والکفر ۱۳۹- باب الکذب).

۲. الاسراء (۱۷): ۳۴.

۳. المؤمنون (۲۳): ۱، ۸.

بے بس مخلوق کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں؟ ہم دنیا میں ان سے سچ بولیں گے۔ وعدہ وفائی کریں گے۔ روز قیامت آئے گا۔ خدا ہمارے ساتھ کئے گئے وعدے کو وفا کرے گا۔ جنت کی نعمتوں سے نوازے گا۔

اسلامی تربیت کی بنیاد صداقت پر ہے۔ آج میڈیا کا دور ہے۔ زیادہ تر والدین کی خواہش ہوتی ہے۔ ان کے بچے صحیح راستے پر چلیں۔ دین دار ہوں۔ یہ خواب اسی وقت پورا ہوگا۔ جب والدین اپنی گفتار اور کردار میں سچے ہوں۔ قول اور فعل ایک ہو۔ بعض اوقات بڑے لوگ بچّوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس میں پرواہ نہیں کرتے کہ سچ بولیں یا جھوٹ۔ حق بات کریں یا ناحق۔ بچّہ سمجھ کر جھوٹ بولنا جائز سمجھ لیتے ہیں۔ درج ذیل حدیث ہمیں ایسی صورت حال میں حقیقت بتاتی ہے:

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے فرمایا: "لايصلح من الكذب جد ولاهزل، ولا أن يَعد أحدكم صبيه ثم لايفي له، انّ الكذب يهدي الي الفجور، والفجور يهدي الي النار...؛[1] جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے؛ چاہے سنجیدگی سے ہو چاہے ہنسی مذاق سے۔ کوئی بھی اپنے بچے سے وعدہ کرکے؛ وعدہ خلافی نہ کرے۔ کیونکہ یقیناً جھوٹ انسان کو فسق و فجور و گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی آگ کی طرف دھکیل دیتا ہے!"

بڑوں سے کئے گئے وعدوں کو تو ہمارے معاشرے میں اہمیت دی جاتی ہے؛ اگر اس میں بھی کم ہی لوگ بالکل ٹھیک عمل کر پاتے ہیں۔ لیکن اکثر اوقات بچّوں سے کئے گئے وعدوں کو ہلکا پھلکا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اگر ہم خود کو مومن سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالی سے محبّت کرتے ہیں؛ تو پھر ہمیں زندگی میں اور تربیت اولاد میں، اللہ کے نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرنے کا حکم ہے؛ تاکہ اللہ بھی ہم سے محبّت کرے۔ حضور اکرمؐ بچوں سے وعدہ وفائی کا فرمان دیتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "أحبوا الصبيان وأرحموهم فاذا وعدتموهم ففوالهم فإنهم لايدرون الا أنكم تزرقونهم.؛[2] "بچوں سے محبت کرو۔ ان پر رحم کھاؤ۔ جب بھی ان سے کوئی وعدہ کرو۔ اسے پورا کرو؛ کیونکہ بچّے یہی سمجھتے ہیں کہ تم ان کو رزق دیتے ہو۔"

---

۱. الصدوق؛ ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی، امالی الصدوق، ص۴۱۹، ح۹؛ (المجلس الخامس والستون).

۲. الکلینی؛ ابو جعفر محمد بن یعقوب؛ فروع الکافی، کتاب العقیقہ، ۳۵- باب برّ الاولاد، ج۶، ص۵۲، ح۳.

اگر ہم بچّوں سے جھوٹ بولیں گے، وعدہ خلافی کریں گے؛ تو ہمارے نامہ اعمال میں جھوٹ لکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں درج ذیل واقعہ ہماری راہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے: عبداللہ بن عامر ربیعہ کہتے ہیں: ''رسول خدا ﷺ ایک دن ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں چھوٹا بچہ تھا۔ باہر کھیلنے کے لئے نکلنے لگا۔ میری امی چاہ رہیں تھیں۔ میں نہ جاؤں ''انہوں نے مجھ سے کہا: ''عبداللہ! گھر میں آجاؤ۔ میں تمہیں کچھ دوں گی۔'' رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے کیا دو گی؟ امی نے کہا: کھجور دوں گی۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم نے ایسا نہ کیا تو، تمہارے نامہ اعمال میں سچ نہیں لکھا جائے گا!۔''[1]

[1]. ابن سعد الزہری؛ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج۵، ص۵۸۹، ش۵۸۹- عبداللہ بن عامر.

نتیجہ:

اس مقالے سے ہمیں درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ جہاں والدین کے حقوق ہیں وہاں پر ان کے کچھ فرائض بھی ہیں یا دوسرے لفظوں میں اولاد کے بھی کچھ حقوق ہیں ان پر۔

۲۔ اولاد کے حقوق کی ادائیگی سے پہلا فائدہ خود والدین کو پہنچتا ہے۔ ان کی دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ ہے۔

۳۔ بچوں کے مختلف حقوق ہیں ان میں سے ایک قسم ان کے اخلاقی و نفسیاتی حقوق ہیں۔ جیسے ان کا اچھا نام رکھنا، وغیرہ

۴۔ اخلاقی ــ نفسیاتی حقوق کی ادائیگی سے اولاد کی نفسیات اور شخصیت پر بہت اچھے، مثبت اور تعمیری اثرات مرتّب ہوتے ہیں۔

۵۔ قرآن کریم اور سیرت معصومینؑ سے اولاد کے اخلاقی اور نفسیاتی حقوق کی ضرورت اور اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ بعض اووقات، ان کی عدم ادائیگی سے والدین گناہ گار بھی ہو سکتے ہیں۔

منابع:

۱- قرآن مجید (ترجمہ شیخ محسن نجفی)

۲- نہج البلاغۃ، ضبط نصحہ وابتکر فہارسہ العلمیہ: الدکتور صبحی الصالح، دار الہجرۃ، قم ایران، تاریخ کتابۃ مقدمۃ التحقیق: ۱۳۸۷ق، بی تا.

۳- ابن ابی الدنیا؛ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید القرشی (م: ۲۸۱ق)، موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، المکتبۃ العصریہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ق/ ۲۰۰۶م، ط.الاولی، ۸ج.

۴- ابن بابویہ، محمد بن علی، معانی الأخبار- قم، ط: اول، ۱۴۰۳ق.

۵- ابن حسن نجفی، سیّد، اُصول تربیت، ادارہ تمدّنِ اسلام، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۳ء، ط-دوم۔

۶- ابن فہد حلی، احمد بن محمد، عدۃ الداعی و نجاح الساعی، ط: اول، ۱۴۰۷ق.

۷- ابن طاؤس، لہوف، ترجمہ: علیر ضا رجالی تہرانی، ناشر: نبوغ، ایران، قم، ۱۳۹۰ہ۔ش، ط-۱۶۔

۸- الآمدی التمیمی؛ عبدالواحد (م: ۵۱۰ق)، غرر الحکم و درر الکلم، ترجمہ و شرح فارسی بصورت موضوعی: ہاشم رسولی محلاتی، دفتر نشر فرہنگ اسلامی تہران، ایران، ۱۳۸۰ش، ط-چہارم، ۲ج.

۹- ابن اشعث، محمد بن محمد، الجعفریات (الأشعثیات)- مکتبۃ النینوی الحدیثۃ، تہران، ط: اول، بی تا.

۱۰- امینی؛ ابراہیم (۱۳۰۴-)، تربیت، بوستان کتاب قم (انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی)، ۱۳۸۱ش، چ اول، ۲۹۶ص.

۱۱- امینی؛ ابراہیم (۱۳۰۴-)، اسلام و تعلیم وتربیت، بوستان کتاب قم (انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی)، ۱۳۸۴ش، چ اول، ۵۶۰ص.

۱۲- بناری؛ علی ہمت، نگرشی بر تعامل فقہ وتربیت، مرکز انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، قم، ایران، ۱۳۸۳ش، ط-اول۔

۱۳- بہشتی؛ احمد (۱۳۱۴-)، اسلام و حقوق کودک مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم، ۱۳۷۷ش، چ چہارم، ۲۸۸ص.

۱۴- الحرانی؛ ابو محمد الحسن بن علی بن الحسین بن شعبۃ (م: ۳۸۱)، تحف العقول عن آل الرسولؐ، تقدیم و تعلیق: الشیخ حسین الأعلمی، المطبعۃ الاسلامیۃ، طہران، ایران، ۱۴۱۷ق/۱۹۹۶م، ط-السادسہ۔

۱۵- عبادی؛ شیرین، حقوق کودک، انتشارات کانون، تہران، ۱۳۷۵ش، چ-چہارم، ۲ج.

۱۶- علی بن حسین (حضرت امام سجادؑ)، صحیفۃ کاملۃ سجادیہؑ، ترجمہ: مفتی جعفر حسینؒ، پاکستان۔

۱۷- علی بن موسی، امام ہشتم علیہ السلام، صحیفۃ الإمام الرضا علیہ السلام- ایران، مشہد، ط: اول، ۱۴۰۶ق.

۱۸- قائمی؛ علی، سازندگی وتربیت دختران، انتشارات انجمن اولیاء و مربیان، تہران ۱۳۸۴ش، چ-ہفتم، ۱۷۳ص.

۱۹- قائمی؛ علی، زمینہ تربیت، انتشارات امیری، تہران، ۱۳۷۰ش، چ-ہفتم، ۴۲۱ص.

۲۰- قمی مشہدی، محمد بن محمد رضا، تفسیر کنز الدقائق و بحر الغرائب، محقق: درگاہی، حسین، تعداد جلد: ۱۴، ناشر: ایران. وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی. سازمان چاپ وانتشارات، ایران- تہران، ۱۳۶۸ہ. ش، ط: ۱

۲۱- کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط- الإسلامیۃ)- تہران، ط- چہارم، ۱۴۰۷ق.

۲۲- مصباح یزدی، محمد تقی، با همکاری گروهی از نویسندگان، فلسفۂ تعلیم و تربیت اسلامی، جمهوری اسلامی ایران، تهران، انتشارات مدرسه، ط- دوم، ۱۳۹۱ش.
۲۳- مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار (ط- بیروت) - بیروت، ط: دوم، ۱۴۰۳ق.
۲۴- مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، مرآة العقول فی شرح إخبار آل الرسول - تهران، ط: دوم، ۱۴۰۴ق.
۲۵- مغنیه، محمد جواد، التفسیر المبین، اجلد، دار الکتاب الإسلامی - ایران - قم، ط: ۳، ۱۴۲۵ه.ق.